بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جُرعات

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پاک کی جو روشنی اس وقت برصغیر ہند و پاک میں نظر آ رہی ہے اور یہاں کے ایوان ہائے علمی وعملی ان کے چرچوں سے گونج رہے ہیں تو یہ سب نتیجہ ہے جماعت اہل حدیث کے ان نفوس قدسیہ کی مساعی، محنت، قربانی اور ایثار کا۔ جن کو حق سبحانہ وتعالےٰ نے اس کے لئے منتخب فرمایا۔ اور تکوینیاً ان کے سپرد یہ خدمت کی گئی۔ انہوں نے علماً، عملاً، تصنیفاً، تدریساً، تبلیغاً اس مقدس علم کی اشاعت کی جس سے سنن نبویہ کا احیاء ہُوا۔ اور صدیوں کا وہ جمود ٹوٹا جس نے یہاں کے فقہاء، واعظین اور مدرسین کو ٹھس کر رکھا تھا۔

تیرھویں صدی ہجری کے اواخر میں یہ کام شروع ہُوا اور چودھویں صدی ہجری کی پہلی چوتھائی میں اس آفتابِ ضیا پاش کی روشنی نہ صرف دہلی، راجپوتانہ، یوپی، بہار، بنگال، جنوبی ہند، سندھ گجرات کاٹھیاواڑ، شمال مغربی سرحد اور پنجاب میں بلکہ مشرقِ وسطےٰ کے ممالک تک کے علمی حلقوں میں پہنچ گئی، کشجرة طيبة اصلها ثابت وفرعها في السماء توتي اكلها كل حين باذن ربها

احیائے سنت کی اس علمی اور اصلاحی تحریک کی قیادت دو مجدد وقت کر رہے تھے — شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اور والاجاہ امیر الملک مولانا سید محمد صدیق حسن خاں صاحب قنوجی سربراہ ریاست بھوپال طاب اللہ ثراهما وجعل اعلى الجنة مثواهما۔

مصر کے علامہ رشید رضا مرحوم ۱۳۵۳ھ میں ایک موقع پر لکھتے ہیں کہ جب وہ ۱۳۱۵ھ میں مصر پہنچے تو "وہاں کے خطباء، وعاظ اور مدرسین کا یہ حال دیکھا کہ وہ اپنے خطبوں وعظوں اور اسباق میں ایسی بے نشان روایتیں بیان کر رہے ہیں جن میں ضعیف، منکر اور موضوع سب ہی قسم کی ہیں"۔ (مقدمہ مفتاح کنوز السنۃ)

اور سلسلہ گفتگو میں یہ بھی لکھا کہ

قد ضعفت في مصر والشام — علم حدیث کی یہ کمزور حالت سب ہی مشرقی

والعراق والحجاز منذ القرن العاشر حتى بلغت منتهى الضعف في اوائل القرن الرابع عشر (ايضا)

ملکوں ۔ شام، عراق، حجاز وغیرہ میں دسویں صدی ہجری سے چلی آرہی ہے ۔ مگر ابتدائی چودھویں میں یہ ضعف انتہا کو پہنچ گیا۔

اور کھلے دل سے اعتراف کیا کہ

ولولا عناية اخواننا علماء الهند بعلوم الحديث في هذا العصر لقضي عليها بالزوال من امصار الشرق (ايضا)

ہندوستان کے علمائے حدیث نے اس دور میں علوم حدیث سے خوب اعتناء کیا۔ اگر وہ یہ نہ کرتے تو شاید یہ علم مشرق کے شہروں سے مٹ جاتا۔

اس سے قبل ۱۳۴۷ھ میں مصر ہی کے ایک دوسرے اہل علم نے لکھا تھا۔

ولا يوجد في الشعوب الاسلامية من وفى الحديث قسطه من العناية في هذا العصر مثل اخواننا مسلمي الهند اولئك الذين وجد بينهم حفاظ للسنة ودارسون لها على نحو ما كانت تدرس في القرن الثالث حرية في الفهم ونظر في الاسانيد (مفتاح السنة ص ۱۶۹ للاستاذ عبد العزيز الخولي)

ہمارے اس دور میں کسی بھی اسلامی ملک کے مسلمانوں نے علم حدیث کو اس کا حق نہیں دیا۔ سوائے ہندوستان (متحدہ) کے کہ وہاں جماعت اہل حدیث میں ایسے حفاظ و مدرسین حدیث موجود ہیں جو تیسری صدی ہجری کے طرز پر پابندی مذاہب سے آزاد درس حدیث دیتے اور حسب ضرورت نقد روایات سے بحث کرتے ہیں۔

یہ طریق تدریس و تنقید روایات تھا مولانا سید محمد نذیر حسین رح علامہ شیخ حسین رح یمنی بھوپالی اور ان کے تلامذہ کرام کا جس میں اجتہادی روح کارفرما تھی ۔ اور مسائل میں روایات کی چھان بین محققانہ طور پر کی جاتی تھی اور یہ وہی طریقہ ہے جس کی بنیاد شاہ ولی اللہ صاحب کی حجۃ اللہ البالغہ کا مبحث سابع اور امام شوکانی یمنی کی تصانیف ہیں جو بواسطہ نواب سید محمد صدیق حسن خان رح اس ملک (اب برصغیر) میں آئیں ۔ استاد خولی اسی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

وان اساس تلك النهضة في البلاد الهندية افنذ اذ اجلاء تمخضت بهم العصور الحديثة و انتهجوا في تحصيل العلوم نهج السلف فنبه شانهم وعلا امرهم وذاع صيتهم فكان لها الاثر الصالح والسبق الواضح ومن اشهر هؤلاء الاعلام ولى الله الدهلوى صاحب التصانيف اشهرها حجة الله البالغة والسيد صديق حسن خان ملك بهوپال صاحب التصانيف الكثيرة ايضا۔ انتهى ملخصاً (ايضاً)

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

وفي الهند الآن طائفة	اب بھی بڑی تعداد میں وہاں ایسی جماعت
كبيرة تهتدى بالسنة	(اہل حدیث) موجود ہے جو زندگی کے
في كل امور الدين ولا تقلد	سارے شعبوں میں حدیث شریف کو راہنما
احداً من الفقهاء ولا	مانتی ہے وہ نہ فقہیات میں کسی کی تقلید
المتكلمين وهى طائفة المحدثين	کرتے ہیں، نہ عقائد میں کسی کلامی فرقے
(ايضا)	سے تعلق رکھتے ہیں۔

احیائے علوم حدیث کے سلسلے میں جماعت اہل حدیث کے ان تجدیدی کارناموں کا اظہار واعلان مصری محققین ہی نے نہیں کیا خود ہمارے ہاں کے بعض حنفی اہل قلم واصحاب فکر نے بھی اس کا اعتراف فرمایا۔ مولانا مناظر احسن بہاری مرحوم ایک مقالہ میں لکھتے ہیں۔

"اس کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ اپنے دین کے اساسی سرچشموں (قرآن وحدیث) کی طرف توجہ ہندوستان (متحدہ) کے حنفی مسلمانوں کی جو پلٹی اس میں اہل حدیث اور غیر مقلدیت کی اس تحریک کو بھی دخل ہے۔ عمومیت غیر مقلد تو نہیں ہوئی لیکن تقلید جامد اور کورانہ اعتماد کا طلسم ضرور ٹوٹا"

(ماہنامہ برہان دہلی ع۲ جلد ۴۱۔ اگست ۱۹۵۸ء)

اور یہ حقیقت ہے کہ ایسا کرنا ہو گا اس لئے کہ چودھویں صدی ہجری کی اس آخری چوتھائی میں "دستوری عنوان" سے الحاد و بے دینی کا جو ریلا آرہا ہے اس کے سامنے جمودی فقہ نہیں ٹھہر سکے گی، اس کے لئے بند اگر باندھا جا سکتا ہے تو قرآن وحدیث کے اسی (باقی برصفحہ ۲۰۵)